© rasailojaraid.com

خلاصۃ التواریخ

حکومت دہلی کی عمومی تاریخ

(وہ کتابیں اپنے آباء کی......اس عنوان کے تحت مصادر ومراجع میں سے کسی ایک کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس بار مشہور کتاب خلاصۃ التواریخ کا تعارف نذر قارئین ہے)

نیلوفر حفیظ

''تاریخ'' ہمارا وہ گراں قدر و بیش قیمت سرمایہ ہے جو انسان کو ظلمت شب سے نکال کر ضوءِ روز سے متعارف و مانوس کراتا ہے، تاریخی سرمایہ خواہ کسی بھی زبان کا ہو، عہد گزشتہ کے سیاسی، سماجی، اقتصادی، ثقافتی و مذہبی حالات و واقعات کی آگہی کا سب سے مستند و معتبر و مستحسن ماخذ ہوتا ہے، مزید برآں حکومتوں کے عروج و زوال، قوموں کی بلندی و پستی، دنیا میں ظہور پذیر ہونے والی ہمہ ترقیات و تنزلات کے پس پشت کون سے عوامل و اسباب کارفرما تھے، ان حقائق کی پردہ دری بجز تاریخ ممکن نہیں، اگر کچھ وقفے کے لئے تاریخی سرمایہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے امروز و فردا کی کوئی منصوبہ بندی یا کوئی فیصلہ تجویز کرنا ہو تو سوائے تاریک راہوں میں بھٹکنے اور صحرا پیمائی کے کچھ حاصل نہ ہو سکے گا، اپنے اطراف میں ایک سکوت و جمود، خوف و ہراس اور انتشار و بحران کی فضا چھائی ہوئی محسوس ہوگی اور ایک بے بسی و لاچاری، مجبوری و معذوری اور بے دست و پائی کا احساس ہوگا اور حال و مستقبل سے متعلق کوئی راہ متعین کی جا سکے گی اور نہ کوئی فیصلہ لینے کی اہلیت ہی پیدا ہوگی، غرض زندگی کا ہر شعبہ اپنی ترقی و پیش رفت کے لئے علم تاریخ کا محتاج و مجبور ہے۔

''زندہ لوگ اپنی تاریخ کو بھی زندہ رکھتے ہیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ کوئی شخص یا گروہ اپنی تاریخ سے رشتہ توڑ کر نہ باوقار طور پر ترقی کر سکتا ہے، نہ باعزت طور پر زندہ سکتا ہے، وجہ یہ ہے کہ تشخص اور خود اعتمادی کے لئے سب سے محکم بنیاد تاریخ ہے، کسی گروہ، علاقہ یا ملک کو لے لیجئے، اگر ان کا تاریخی سرمایہ محفوظ رہا ہے تو ان میں خود شناسی اور اعتمادی کا جوہر زندہ ہے، تاریخ قومی حافظہ ہے، یہ گیا تو پھر نام و نشان بھی گیا۔''(۱)

تاریخ گزرے ہوئے زمانے کے حالات کو جاننے کا واحد ذریعہ ہے، لیکن ماضی کے سانحات، حوادث، واقعات اور حالات کو قرطاس کے سپرد کر دینے کا نام ''تاریخ'' ہرگز نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دشوار، پیچیدہ اور سنجیدہ فن ہے، جس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے مورخ کو انتھک محنت و مشقت، تلاش و جستجو اور کاوش و کوشش کو بروئے کار لانا پڑتا ہے، تاکہ گمنامی میں دفن حقائق کو بے نقاب کر کے سراغ منزل میں پریشان و سرگرداں لوگوں کی راہنمائی ہو سکے اور آئندگان کے لئے یہ حقائق مشعل راہ کا کام کر سکیں۔

''انسانی تہذیب نے خوب سے خوب تر کی تلاش میں جو ارتقائی سفر طے کیا اور جن وادیوں سے یہ کارواں رنگ و بو گزرا ہے ان کی روداد جب الفاظ کا پیکر اختیار کرتی ہے، تاریخ بن جاتی ہے، لیکن تاریخ ماضی کے واقعات کو صرف دہرا دینے ہی کا نام نہیں بلکہ ماضی کی بازیافت کا فن ہے۔'' (۲)

تاریخ زمانہ گزشتہ کی حکومتوں اور سلطنتوں کے جھوٹے سچے واقعات کو پیش کر دینا نہیں ہے، بلکہ تاریخ نویس کے لئے لازم ہے کہ وہ واقعات کو من وعن بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس عہد کے سماج میں رونما ہونے والے تمام اہم واقعات کو بھی ضبط تحریر میں لائے اثنائے تاریخ، صداقت و دیانت کو پیش نظر رکھا جائے، اگر تاریخ ترتیب دیتے وقت حقائق کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا تو وہ تاریخ نہیں، بلکہ داستان گوئی و سحر طرازی ہے، جو بسا اوقات اس قدر گمراہ کن و تباہ کن بن جاتی ہے کہ اس کا ازالہ ممکن نہیں ہوتا۔

''تاریخ کی کتابوں میں ہم کو صرف بادشاہوں کی تخت نشینی یا ان کی وفات کی تاریخیں، ان کی فتوحات، ان کے عہدے کے عظیم کارنامے، ان کی علم و ہنر کی قدر دانی یا ان کی رفاہ عام کے کاموں میں دلچسپی ہی کا ذکر نہیں ملتا، بلکہ تاریخی اہمیت کے پیچھے جو علل کے سلسلے تھے، ان کا علم بھی بہم پہنچاتا ہے۔'' (۳)

تاریخ ایک ایسا علم ہے جو دروغ و کذب وافتراء کے بیابانوں سے نجات دلا کر حقائق کی صداقت و لطافت سے روشناس کراتا ہے، لیکن بعض اوقات مورخین کی کم فہمی و سہل پسندی کے سبب وہ گمراہی کا سبب بھی بن جاتا ہے اور حقیقت سے روشناس کرانے کے بجائے ایسی راہوں کا مسافر بنا دیتا ہے کہ جن میں بھٹک کر منزل مقصود سے محرومی ملتی ہے، حقائق ہمیشہ کے لئے گمنامی کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں، عام طور پر ایسا اس وقت ہوتا ہے، جب تاریخ نگار ملک و قوم کے مفاد کے بجائے اپنا نفع پیش نظر رکھتا ہے یا پھر کسی مصلحت یا بادشاہ وقت کے خوف سے حقائق کی پردہ دری کے بجائے پردہ پوشی کو اپنا شیوہ قرار دیتا ہے، بے شمار ایسے شواہد موجود ہیں، جن سے ہویدا ہے کہ یہ علم جس قدر نفع بخش ہے، اتنا ہی ضرر رساں بھی، بعض مورخین کی مصلحت پسندی نے بہت سے تاریخی حقائق پر اتنے دبیز پردے ڈال دیئے ہیں کہ تمام تر مساعی کے باوجود وہ سچ سامنے نہیں آسکے ہیں، جن کی مدد سے قوم کی عظمت و وقار پر فخر کیا جا سکے، ایک خاص مقصد و منشا کے پیش نظر رقم کی گئی تاریخیں زیادہ تباہ کن و گمراہ کن ثابت ہوتی ہیں۔

''علم تاریخ جس قدر بصیرت افزا و خرد افروز علم ہے، وہ بجائے خود عیاں ہے، مگر اس کے ساتھ یہ بھی مخفی نہیں ہے کہ اس علم سے ہدایت اور ضلالت دونوں کا کام لیا جا سکتا ہے۔'' (۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فن تاریخ کے فرائض کو ادا کرنے کے لئے وسیع مطالعہ، باریک بینی، درستگیٔ فکر اور سلامتِ فطرت ضروری ہے، ایک کامیاب تاریخ نویس وہ ہے، جو تحقیق کی پیچ، دشوار، خاردار جھاڑیوں میں اپنے لئے راہیں ہموار کرنے کا سلیقہ جانتا ہو، جو صبر وسکون وحوصلہ وہمت سے آراستہ ہو اور جو مشکلات کے گوہ گراں اور تکلیف دہ مراحل کو عبور کرنے کی کما حقہ واقفیت رکھتا ہو کہ حقائق کو اپنی بالغ نظری اور وسیع القلبی کی مدد سے ڈھونڈ سکے اور بدون کسی خوف ومصلحت کے ان کو قرطاس وقلم کے سپرد کر دینے کا عزم مصمم بھی اس میں پایا جاتا ہو۔

> ''ایک اچھے مورخ کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی تحقیق کے ذریعے حقیقت پر سے اس طرح پردہ اٹھائے کہ قاری اس رفتہ رفتہ حقیقت شناسی کے عمل کے سحر میں مسحور ہو جائے اور یہ سحر اسی وقت ٹوٹے جب وہ آخری حقیقت سے ہمکنار ہو جائے، تاریخ میں سحر پیدا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے، تا کہ قاری ایک وقت اپنے وجود اور فی زمانہ اپنی قدروں سے بالاتر ہو کر اپنے زیر سماج کی تصویر میں گم ہو کر اپنے کو ان میں سمجھنے لگے، تاریخ کے ساتھ اس طرح کی وابستگی تاریخ، مورخ اور قاری تینوں کی معراج ہے۔'' (۵)

ہمارے اسلاف کے کارنامہ ہائے رزم وبزم میں سیاسی وسماجی حالات سے متعلق علم تاریخ کا ایک نادر ونایاب ذخیرہ موجود ہے، یہ ایک ایسا بحر بے پایاں ہے، جس میں غواصی کے بعد بیش قیمت گوہروں سے دامن گراں بار ہو سکتے ہیں، یہ بدقسمتی ہوگی کہ اس گراں بہا علمی ذخیرے سے فائدہ نہ اٹھایا جائے، اس سے محفوظ رکھنے کے لئے تنہا فارسی زبان میں ہی متعدد تاریخی کتب ہیں، جو زمانہ گزشتہ کے نہ جانے کتنے اسرار ورموز سموئے ہوئے ہیں اور مخطوطات کی صورت میں اپنوں و بیگانوں کی چشم التفات کی متمنی ومتقاضی ہیں، ہماری سردمہری، بدسلوکی وبے اعتنائی کی نذر ہو کر اس جریدہ عالم سے محو ہو چکی ہیں اور اگر تمام تر حوادث زمانہ کے باوجود کچھ کتب باقی بچی بھی ہیں تو ان کی حیثیت انبار خس وخاشاک سے زیادہ نہیں۔

''خلاصۃ التواریخ'' ان ہی تاریخی کتب کے زمرے میں آتی ہے جو زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ ہو کر منظر عام پر تو آئی، مگر ہماری لاپروائی اور فارسی زبان سے ہماری ناآشنائی کے سبب وہ مرتبہ ومقام نہ پا سکی، جس کی یہ معرکۃ الآراء کتاب مستحق تھی، جب کہ مغربی محققین وناقدین نے اس کی بے پناہ تاریخی اہمیت کا اعتراف اور اس سے استفادہ کیا ہے، اس کتاب کی تاریخی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سرسید احمد خاں نے اپنی مشہور ومعروف کتاب ''آثار الصنادید'' میں متعدد مقامات پر اس کے حوالے دیئے ہیں، جو اس کے مستند ومعتبر تاریخ ہونے پر دال ہے، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اس ارزشمند واہم تاریخی تصنیف کے مصنف کے احوال وآثار حیات تک ہماری دسترس میں نہیں ہیں، خود مصنف نے بھی اپنے احوال، حتیٰ کہ نام تک بھی اس پوری کتاب میں کہیں تحریر نہیں کیا ہے، نہ ہی اس کے عہد یا خاندان وغیرہ کے بارے میں ہی کوئی خاص معلومات ہیں، تحقیق ثابت کرتی ہے کہ اس تاریخ کا مصنف سجان رائے بھنڈاری ہے، جو کہ پنجاب کے ایک علاقے بٹالہ کا رہنے والا تھا اور غالباً وہ اپنے نام ونشان کو اس لئے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا کہ ہندو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کی وجہ سے اس کی کتاب کی اہمیت کم نہ ہو جائے، اس لئے اس نے اس سچائی کو پردہ خفا میں رکھنا ہی مناسب و موزوں تصور کیا ہو، یا پھر وہ بدون کسی لالچ وطمع کے صرف حقائق سے پردہ کشائی کا متمنی رہا ہو، یا پھر مصلحت کے تحت یا بادشاہ وقت کے غضب کے خوف سے اس نے اپنا نام ودیگر ضروری معلومات بہم پہنچانا مناسب نہ سمجھا ہو۔

"ظاہراً اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ سجان رائے محض ایک غیر معمولی اور غیر معروف شخص تھا، جس کو اپنے اظہار نام سے یہ امید نہ ہوسکتی تھی کہ اس کی تصنیف یا تالیف کی کچھ قدر وقعت بڑھ جاتی ہے۔"(۶)

بہر کیف اس کتاب میں اس کے متعلق کوئی بھی اہم یا ضروری علم نہیں ملتا، اس کی دوسری تصنیف "خلاصۃ المکاتیب" کے حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ نے مصنف کی زندگی کے متعلق جو معلومات قلم بند کی ہیں، وہ اس طرح ہیں:

"سجان رائے کی ایک تصنیف خلاصۃ المکاتیب سے معلوم ہوا کہ سجان رائے کا ایک بیٹا رائے سنگھ تھا، امام اللہ چشتی، جو اس عہد کے ایک بڑے عالم تھے، مصنف کے دوست تھے، سجان رائے ۱۱۰۱ھ تک شاہی ملازمت سے مستعفی ہو چکا تھا۔"(۷)

مؤلف کے بیان کی روشنی میں یہ کتاب دو سال کے عرصے میں اورنگ زیب کے ۴۰ ویں سن جلوس ۱۱۰۷ھ تا ۱۱۰۸ھ میں مکمل ہوئی اور عالم گیر کے نام معنون کی گئی، لیکن اس میں بعد کے بھی احوال ملتے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف اس میں تبدیلی وترمیم کرتا رہا تھا، اس نے اس گراں قدر کتاب کے متعلق رقم کیا ہے:

"ایں کتاب را خلاصۃ التواریخ موسوم گردانید وعبارات واستعارات ایں نسخہ بدیعہ را از کتب دیگراں دزدی نکردہ بقدر لیاقت واستعداد خویش بتسطیر درآوردہ وابیات مناسب حال بعضی از طبع ناقص واکثری از اشعار شعرای نامدار کہ برمحل وبدیہ بخاطر رسیدہ برنگاشت وایں مجموعہ استعارات وعبارات رادوسہ مرتبہ باصلاح درآوردہ درمدت دو سال درست ساختہ درسنہ چہلم عالم گیری مطابق یک ہزار ایک صد و ہفتم ہجری وہزار ہفصد وپنجاہ وسنہ بکرماجیت وہزار شش صد ہزدہم سنہ سالباہن وچہار ہزار وہفصد ونود در ہفت گذشت کلجگ مرتب گردانیدہ۔"(۸)

دیباچۂ کتاب میں مصنف نے ہندوستان وایران میں لکھی جانے والی متعدد تاریخی کتابوں کے نام گنوائے ہیں، جن سے دوران تالیف مصنف نے استفادہ کیا تھا، اس کے اہم مآخذ میں اکبر نامہ، آئین اکبری، تاریخ پنجاب، بادشاہ نامہ، تیمور نامہ، تاریخ فیروز شاہی، تاریخ فرشتہ، تزک جہاں گیری، ظفر نامہ، طبقات ناصری، طبقات اکبری، مآثر عالم گیری، مفتاح التواریخ، منتخب التواریخ وغیرہ کتابیں ہیں، ان کے علاوہ اس نے سنسکرت کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے، لیکن وہ اصل کتابوں کے بجائے ترجموں پر اکتفا کرتا ہے، مثلاً ترجمہ ہربنس، ترجمہ رامائن، ترجمہ جوگ بششت وترجمہ سنگھاسن بتیسی وغیرہ اس کتاب کے دوران تالیف مصنف کے زیر مطالعہ رہی ہیں، جن کی مدد سے اس نے اپنی تالیف کو ایک خاص مقصد کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا ہے، اندازہ ہوتا ہے کہ سجان رائے غیر معمولی ذہین اور وسیع المعلومات ہے، لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنی علمی بے مائیگی و بے بضاعتی کا اقرار نہایت انکسار سے کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''بہ مقتضای بشریت از سہو و خطا خالی نیست دریں صورت امید از منشیان روزگار والا منشان فرخندہ اطوار نیست کہ دروقت سیر و مطالعہ ایں نسخہ اگر عبارتی و استعارتی پسند طبع نشود یا آئین نسخہ و ترتیب کتاب ناخوش آید یا فقرات نادرست و مضامین ناموزوں معلوم گردد و بربی خردی و کم فطرتی ایں احقر العباد مضاحک واستہزا نفرمانید و از روی لطف و کرم عیب پوشی کنند بساں بزرگان خطا پوش اصلاح فرمایند۔''(۹)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب دہلی کے تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہونے والے بادشاہوں کی مختصر تاریخ ہے، اس تاریخ کو تصنیف کرنے کا مقصد و منشا دہلی سلطنت کے اہم واقعات و حالات کو تفصیلی طور پر پیش کرنا تھا، دیگر سلطنتوں کا ذکر ضمناً کیا گیا ہے، اس کتاب کی افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ علم تاریخ سے رغبت رکھنے والے اکثر محققین نے اس سے استفادہ کیا ہے اور اس تاریخ کو دہلی کی بہترین کتابوں میں شمار کیا اور کئی مشرقی و مغربی محققین نے پر مغز مضامین لکھے، غالباً یہ پہلی ایسی کتاب ہے جو کسی ہندو کے قلم کے کارنامہ ہے، جو اس عہد کے سماجی تقاضوں اور تہذیبی رجحانات کی تفہیم میں معاون و مددگار بنتی ہے۔

''ہندوؤں کی تمام تاریخوں میں صرف خلاصۃ التواریخ کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ اس پر مشرق و مغرب کے متعدد فضلاء نے اپنی توجہ مبذول کی ہے۔''(۱۰)

کتاب کے طویل دیباچہ کو اغراض و مقاصد کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، دیباچہ کے بعد تعریف آفریندۂ عالم کے لئے نہایت پرشکوہ مدحیہ جملے استعمال کئے گئے ہیں:

''نقاش نگارخانۂ کائنات و مصور کارگاہ ممکنات چوں اقتضا کرد کہ صور پیرای عجائب ابداع و چہرہ آرای غرائب اختراع گردد بہ وحدت ارادی اربعہ عناصر را با جود تضاد فطری و تخالف طبع باہم امتزاج و اختلاط دادہ برنگ آمیزی ارادت کبریا وضع انگیزی کلک قضا انواع نقوش غریبہ و اشکال عجیبہ بر مرقع تکوین نگاشت و اشباہ متنوعہ و تمثال مختلفہ را برابر زنگ کون نقش بست یعنی بہ قدرت ابداعی و صنعت اختراعی گوناگوں خلقت و رنگارنگ آفرینش از مکامن خفا بہ منصۂ شہود و از جلباب عدم بہ عرصہ وجود آوردہ انسان را اشرف المخلوقات و اعظم الموجودات مشاہد بدائع صنائع و مظاہر شرائف لطائف خویش فرمودہ۔''(۱۱)

تاریخی اعتبار سے اس کا ابتدائی حصہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے، جس میں مسلم بادشاہوں سے قبل کے ہندو راجاؤں کے مختصر احوال کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے، راجا یدھشٹر سے لے کر عہد اسلامی تک کے ہندو راجاؤں کی حکومت و نظم و نسق اور زندگی کے دیگر اہم شعبوں سے متعلق اختصار کے ساتھ گفتگو کی گئی ہے، لیکن یہ معلومات شک و شبہ پر مبنی ہیں اور بعض بیانات تو ناقابل یقین نظر آتے ہیں، اسی لئے محققین نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اس میں راجگان ہند اور بالخصوص حکمران دہلی کے نام ان کے ازمنہ حکومت اور مختصر حالات سلطنت مندرج ہیں......اگرچہ اس زمانے کے واقعات عموماً قصہ وکہانی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔"(۱۲)

ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی کم وبیش اسی قسم کی رائے پیش کی ہے:

"مغلوں سے پہلے جو سلاطین حکمراں رہے، ان کا حال معمولی ہے اور چنداں وقیع نہیں۔"(۱۳)

کتاب کے اس ابتدائی حصے کی تاریخی اہمیت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں مصنف نے ہندوؤں کے آداب ورسوم، طور طریق، رہن سہن اور طرز معاشرت کے سلسلے میں نئی معلومات ہم تک پہنچائی ہیں، اس کو ہندو عقائد وروایات سے والہانہ لگاؤ کی وجہ سے وہ ایک سچے قوم پرست کی طرح اپنی قوم کی ایک ایک خوبی کو منظر عام پر لانے کا متمنی دکھائی دیتا ہے، اپنے مذہب وقوم کے عقائد تحریر کرتے وقت اس کا لہجہ الگ محسوس ہوتا ہے، ہندو عقائد سے متعلق اس کی معلومات خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

"خلاصۃ التواریخ کا ابتدائی حصہ زیادہ اہم ہے، جس میں ہندو مذہب اور اس کے رسوم وعلوم پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔"(۱۴)

جب وہ ہندو عقائد بیان کرتا ہے تو اس کے قلم کی روانی میں اور زیادہ شدت آجاتی ہے، اس کو اس بات پر ناز ہوتا ہے کہ اس کے اسلاف نے مدت مدید اس ملک پر حکومت کی اور اپنی فہم وفراست سے اس ملک کو رونق وشادابی عطا کی۔

"ایک اور چیز جو اس کتاب میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے کہ مصنف کے دل میں اپنی قومیت کا زبردست احساس موجود ہے جو باوجود ضبط کے نمایاں ہو کر رہتا ہے۔"(۱۵)

جس وقت یہ کتاب زیر تصنیف تھی، اس وقت پورے ملک پر مغل حکومت تھی، چنانچہ مصنف نے صبر وضبط کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی تلخی وتعصب کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی، لیکن لہجہ کی سرد مہری کو پوشیدہ نہیں رکھ پایا ہے، اس کو اس بات کا سخت رنج وملال ہے کہ اس وسیع وعریض ملک جس پر اس کے آباؤ اجداد نے حکومت کی، وہ اب غیر قوم کے زیر حکومت ہے، جنہوں نے ان کا ملک اپنے زیر تسلط کیا اور دنیا میں ان کے وقار واحترام کو بھی مجروح کیا ہے، وہ مسلمانوں کی حکومت کے قائم ہونے اور ان کے تسلط وغلبے کو بیان کرتا ہے تو اپنے تمام تر ضبط کے باوجود اپنے لہجے کی تلخی ودرشتی کو پوشیدہ نہیں رکھ پاتا اور بے اختیار اس کے قلم سے یہ جملے باہر آجاتے ہیں:

"قادر مطلق جل جلالہ اقتضای آن کرد کہ سلسلہ فرمان روای ہندوستان از فرقہ ہنود کہ از آغاز آفرینش وارث سلطنت ایں مملکت ہستند منقطع گردد وایں ممالک در ظل راحت جماعۃ مسلمین درآید و در ہندوستان رواج اسلام پدید از شور سلاطین کہ بہ مذہب و دین وزبان وآئین ہندیان ہیچ بست ندا شتند از ولایت دو روست آمدہ بزور بازوی اقبال وقوت سر پنجہ طالع لایزال ایں ممالک را انتزاع کردہ نقش وجود نہود را

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ آباء جد مسند آرای حکومت وسلطنت بودند باب شمشیر آبدار زصفہ روزگار پاک شستند وخرمن ہستی عدوان کہ مخالف مذہب ومدعی سلطنت بودند بہ برق سیف جان ستان خاکستر ساختند۔''(۱۶)

اپنی قوم کی طرح اسے اپنے ملک سے بھی محبت ہے، وہ یہاں کی ایک ایک چیز کا نقشہ بڑی تفصیل کے ساتھ رقم کرتا ہے، قصبات وشہر، حسین وخوبصورت مناظر، بلند وبالا عمارتیں، پیڑ پودے، پھل پھول یہاں کی چھوٹی بڑی تمام چیزیں اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتی ہیں اور وہ بے اختیار ان کی تصویر کشی کرتا چلا جاتا ہے، چند جملے دیکھئے، جو اس نے کشور ہندوستان کی تعریف وتصویف میں رقم کیے ہیں:

''ہندوستان ملکیت وسیع وولایت دیگر بعشر عشیر آن نرسد باد جود وسعت وفسحت ہمہ جا آباد ودر ہر جانب وہر ضلع امصار وبلاد قصبات کریات در باطان وقلعہ جات مشتمل بر مساجد ومعابد وخوانق وصوامع سایر عمارات دلکشا باغات فرح افزا وشجرات دلکش وزراعات سبز وخوش وجو یبار رواں وانہار جریان است کہ در ممالک دیگر ایں نوع آبادی ومعموری کمتر نشان می دہند۔''(۱۷)

ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مصنف عمدہ مورخ ہی نہیں، بلکہ ماہر جغرافیہ داں بھی ہے، اس عہد میں لکھی گئیں دیگر تاریخی کتب میں ہندوستان کے جغرافیائی حالات سے متعلق اطلاعات کم فراہم ہوتی ہیں، لیکن سجان رائے ہندوستان کے مختلف علاقوں مثلاً شاہ جہاں آباد، اکبر آباد، اودھ، بہار، بنگالہ، اڑیسہ، اورنگ آباد، مالوہ، اجمیر، گجرات، ٹھٹھہ، ملتان، لاہور، کشمیر اور کابل وغیرہ کے جغرافیائی حالات ماہرانہ واستادانہ انداز میں بیان کرتا ہے، بالخصوص صوبہ پنجاب سے متعلق معلومات زیادہ ہیں، کیونکہ وہ یہیں قیام پذیر تھا، سجان رائے ایک بہترین قلمی مصور بھی ہے، پھولوں پھلوں، میووں، نہروں، باغوں وغیرہ کی کیفیات کے بیان میں وہ مورخ نہیں، بلکہ مصور کی حیثیت سے ابھرتا ہے۔

''از رنگا رنگ میوہای ربیع وخریفی با کمال غروبت ولطیفی اگر بتفصیل برنگارو کتابی علیحدہ باید اگر چہ انگور وخربوز وانار وسیب وشفتالو انجیر وغیرہ ذالک بہتر از ولائت می شود اما میوہ مخصوص ہندوستان کہتل درندت وبے بدل وٹڈ ہل بحلاوت ضرب المثل وانناس بنوش مزگی وخوشبوی روشناس وکیلا احلوا آلو شریفہ حلاوت اندود نار جیل عدیم المثال وکونلہ وسنگسرہ درمزہ بی عدیل وکنار شیریں کارست واز کنار صرای چہ نویسد کہ خود را بر ہمہ کس وقف کردہ نہالش دامان صادر ووارد میگیر دواز ثمارات خویش فیض می بخشد ودیگر گوناگوں میوہات کہ بیشمار نیاد...... گوناگوں گلہا بیوہ یا ورنگا رنگ شقایق مطراز گل سرخ کہ آن را گلاب گویند دیاسمیں ونرگس وسوسن ولالہ رزنبق وبنفشہ وریحاں ورعنا وزیبا ونافرمان وتاج خروس وقلفہ وعباسی وخطمی واز غوان وصد برگ ودادٔدی وغیرہ ذالک آنچہ در ایران وتوران وولایت دیگر می باشد ہمہ درین ملک ست۔''(۱۸)

دوسرے حصے میں مسلم حکمرانوں کا ذکر ہے، سلطان نصر الدین سبکتگین، سلطان شہاب الدین، سلطان التمش، سلطان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علاء الدین مسعود شاہ، سلطان غیاث الدین بلبن، جلال الدین فیروز خلجی، سلطانت غیاث الدین تغلق شاہ، فیروز مبارک شاہ، محمد شاہ فیروز، سلطان ناصر الدین، محمد شاہ بن سلطان مبارک شاہ، بہلول لودھی، سکندر لودھی، ابراہیم لودھی، نصیر الدین محمد ہمایوں، شیر شاہ سوری، فیروز شاہ بن اسلام شاہ، ابوالمظفر نور الدین محمد جہاں گیر، ابوالمظفر شہاب الدین شاہ جہاں، ابوالمظفر محی الدین اور اورنگ زیب عالم گیر وغیرہ کے سلسلے میں معلومات فراہم ہیں، مغل شہنشاہوں کے مقابلے میں دیگر شاہوں کے حالات قدرے اختصار کے ساتھ، مغلیہ حکومت کے حالات میں ''اکبر نامہ'' اس کا سب سے اہم ماخذ ہے، حالات شاہ جہانی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے دیگر تاریخی کتب کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے، عہد شاہ جہانی کے بعد کے حالات وواقعات غیر معروضی انداز سے پیش کرتا ہے، خاص طور پر تخت نشینی کو لے کر بھائیوں کے درمیان جو خونریز جنگوں کو اس نے اہمیت دی ہے اور شہزادہ دارا شکوہ سے متعلق دلچسپ معلومات دیئے ہیں، وہ ان ہی آزاد وخود مختار چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا ذکر کرتا ہے، جو راہ راست مرکزی حکومت سے منسلک ہیں۔

''صوبہ جاتی آزاد حکومتوں کا ذکر مستقل ابواب فصول میں نہیں کیا، بلکہ جس بادشاہ کے عہد میں ان کا الحاق مرکزی حکومت سے ہوا، اس کے ساتھ ہی ضمنی طور پر ان کا بھی مختصر سا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔''(۱۹)

یہ کتاب ۱۱۰۷ھ میں مکمل ہو چکی تھی، عالم گیر اورنگ زیب کی جانشینی تک کے حالات اس میں قلم بند کئے گئے تھے، لیکن بعد کے واقعات بھی اس میں شامل ہیں، چونکہ مصنف کی تاریخ وفات کا صحیح علم نہیں ہے، اس لئے کوئی حتمی رائے نہیں دی جاسکتی کہ یہ مصنف کے اضافہ کردہ ہیں یا کسی اور نے قلم اندازی کی ہے، قرین قیاس یہی ہے کہ یہ واقعات الحاقی ہیں اور کاتب کے اضافہ کردہ ہیں۔

''بعض قلمی نسخوں کے آخر میں اورنگ زیب کی تاریخ وفات بھی درج ہیں جو الحاقی معلوم ہوتی ہے...... یہ عجیب بات ہے کہ اس کتاب میں بعض اوقات ایسے بیانات آجاتے ہیں جن کا تعلق بہت بعد کے زمانے سے ہے، مثلاً برٹش گورنمنٹ کا ذکر، کلکتہ کی عمارتوں کا ذکر وغیرہ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضامین الحاقی ہیں۔''(۲۰)

یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے، یہ تاریخ ان سطور پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔

''القصہ آخر الامر بتاریخ بست وہشتم ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ بعد انتظام مہام روز مبارک جمعہ بعد سہ پاس روز حضرت پادشاہ جنت آرام گاہ در عمر نود یک سال وہفدہ روز دو گھڑی پیمانہ عمر بریز نمود ندمدت سلطنت پنجاہ سال ودو ماہ وبست وہشت روز در ملک دکن در شہر احمد نگر ایں معنی بوقوع آمد۔''(۲۱)

مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصنف نے اس کتاب میں عرق ریزی وجانفشانی سے کام لینے کی سعی بلیغ کی ہے، بظاہر یہ تاریخ حکمران وقت کی ایما پر یا کسی صلے کی طمع میں نہیں لکھی گئی، اس لئے آزدانہ رائے اور تنقیدی بصیرت کا بھی احساس ہوتا ہے، بقول سید عبداللہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"سجان رائے میں آزادی اور دیانت کا جوہر معلوم ہوتا ہے۔" (۲۲)

اس کتاب کی اہمیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں عہد اورنگ زیب سے متعلق جو معلومات قلم بند کی گئی ہیں، مصنف ان کا چشم دید گواہ ہے، اس نے متعدد خونی واقعات اور روح فرسا حالات کا مشاہدہ ومحاسبہ کیا ہے۔

کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کو فارسی زبان پر غیر معمولی قدرت حاصل ہے، اسلوب نگارش رنگین و پیچیدہ ہے، اس نے اپنی انشاء پردازی اور طرز تحریر کا جادو بھی جگایا ہے، جو ہمارے بعض اہل نظر کے نزدیک زیادہ مستحسن نہیں، لیکن عہد سجان رائے پیش نظر ہو تو مرصع و مسجع و مقفیٰ نثر مقتضائے زمانہ ہے، عبارت کو رنگین ودلکش بنانے کی غرض سے استعارات وکنایات نے تاریخ کو بوجھل نہیں بلکہ خوبصورت ورنگین بنا دیا ہے۔

"مصنف نے کتاب کو پاکیزہ ورنگین عبارت فارسی میں لکھا ہے اور استعارات وکنایات واشعار برمحل وموقع سے اس کو زیب وزینت دی ہے۔" (۲۳)

یہ جامع ومانع تاریخ، عوام وخواص دونوں ہی کے لئے یکساں مفید اور کارآمد ہے۔

حواشی

(۱) حکیم نثار احمد علوی، سخنوران کاکوری، ص ۳۱، شیخ شوکت علی پرنٹرز کراچی ۱۹۷۸ء۔ (۲) محمد قاسم فرشتہ، ترجمہ عبدالحئی، تاریخ فرشتہ، ص ۳۹، مکتبہ ملت دیوبند۔ (۳) اقتدار حسین صدیقی، اردو میں تاریخ نگاری کی ابتداء، ص ۱۷۱، پرنٹولوجی نئی دہلی ۲۰۰۸ء۔ (۴) گردھاری لعل مصحح حسین، تلمذ۔ دیباچہ تاریخ ظفرہ، ص ۴، حکیم برہم گورکھپوری ۱۹۲۷ء۔ (۵) ڈاکٹر سید جمال الدین، تاریخ نگاری قدیم وجدید رجحانات، ص ۱۴، لبرٹی آرٹ پریس، نئی دہلی، ۱۹۹۴ء۔ (۶) سجان رائے مصحح ظفر حسن، مقدمہ خلاصۃ التواریخ، ص ۶، جی اینڈ سنس، دہلی، ۱۹۱۸ء۔ (۷) ڈاکٹر سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، ص ۸۶، ثمر آفسیٹ پرنٹرز نئی دہلی، ۱۹۹۲ء۔ (۸) سجان رائے مصحح ظفر حسن، خلاصۃ التواریخ، ص ۸، جی اینڈ سنس، دہلی، ۱۹۱۸ء۔ (۹) ایضاً ص ۸-۹۔ (۱۰) ڈاکٹر سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، ص ۸۶۔ (۱۱) سجان رائے مصحح ظفر حسن، خلاصۃ التواریخ، ص ۱۔ (۱۲) ایضاً ص ۶۔ (۱۳) ڈاکٹر سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، ص ۸۹۔ (۱۴) ڈاکٹر نور الحسن انصاری، فارسی ادب بعہد اورنگ زیب، ص ۴۷۷، کوہ نور پریس، دہلی ۱۹۶۹ء۔ (۱۵) ڈاکٹر سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ۔ (۱۶) سجان رائے مصحح ظفر حسن، خلاصۃ التواریخ، ص ۱۶۰۔ (۱۷) ایضاً، ص ۹۔ (۱۸) ایضاً، ص ۱۱-۱۳۔ (۱۹) ڈاکٹر سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، ص ۸۹۔ (۲۰) ایضاً۔ (۲۱) سجان رائے مصحح ظفر حسن، خلاصۃ التواریخ، ص ۵۳۸۔ (۲۲) ڈاکٹر سید عبداللہ، ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، ص ۹۱۔ (۲۳) سجان رائے مصحح ظفر حسن، خلاصۃ التواریخ، ص ۶

☆......☆......☆

© rasailojaraid.com